الحمدللہ رب العالمین

اداریہ / ڈاکٹر نجم الدین

یہ آیت مبارکہ سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت ہے' یہ چار الفاظ پر مشتمل ہے۔ الحمد اللہ' رب اور عالمین جس میں اللہ اور رب پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ: اللہ تو اللہ جل شانہ کا نام نامی اسم گرامی ہے۔ جو کہ اللہ رب العزت کی ذات گرامی قدر کے علاوہ نہ بولا جاتا ہے نہ بولا جاسکتا ہے۔ آیئے قرآن سے پوچھتے ہیں کہ اللہ رب العزت اپنے اسمِ مبارک کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(۱)۔ ''اگر آپ ان سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے اللہ نے تو پھر کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہو''۔ (الزخرف: ۸۷)

(۲)۔ ''اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمانوں وزمین تخلیق کیئے اور سورج و چاند کس نے مسخر کیئے تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے تو پھر کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہو''۔ (العنکبوت: ۶۱)

(۳)۔ ''اے نبی ﷺ! آپ اعلان فرمادیں کہ بلاشبہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ درحقیقت تمہارے الٰہ (حاکم مطلق) ایک ہی ہیں تو پھر کیا تم تسلیم کرتے ہو''۔ (الانبیاء: ۱۰۸)

(۴)۔ ''وہی ذات گرامی قدر آسمانوں میں ''الٰہ'' اور وہی زمین میں بھی ''الٰہ'' (حاکمِ مطلق) ہیں اور وہی حکمت ودانائی کا علم رکھتے ہیں''۔ (الزخرف: ۸۴)

(۵)۔ ''ہمارے اور تمہارے ''الٰہ'' (حاکمِ مطلق) ایک ہی ہیں' ہم تو انہیں تسلیم کرتے ہیں''۔ (العنکبوت: ۴۶)

(۶)۔ ''بلاشبہ میں ہی ''اللہ'' ہوں' میرے سوا کوئی ''الٰہ'' (حاکمِ مطلق) نہیں' لہٰذا میری ہی عبادت (حاکمیت' میرا دین قائم) کرو''۔ (طٰہٰ: ۱۴)

(۷)۔ مزید دیکھیں سورۃ اخلاص۔۔۔۔ کہ آپ اعلان کردیں۔۔۔ اللہ رب العزت ''احد'' ایک ہیں

رب:

رب' اللہ رب العزت کا وہ اسمِ صفت ہے جو اللہ کے حاکمِ اعلیٰ ہونے کا مظہر ہے۔ جو کہ تمام عالمین اور انسانوں کے حاکم مطلق ہیں۔ جب کہ ''رب'' کا لفظ دنیا کے عام حکمرانوں و بادشاہوں کے لئے بھی بولا اور استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً عزیزِ مصر اور فرعون وغیرہ۔

ہم یہ آیت مبارکہ کیوں بار بار پڑھتے ہیں' اس کا مطلب ومقصد کیا ہے۔ آیئے قرآنِ مجید فرقانِ حمید ہی سے پوچھتے ہیں:

(۱)۔ ''فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا (کس رب کی بات کرتے ہو) میں ہی تو تمہارا رب اعلیٰ (حاکمِ اعلیٰ) ہوں''۔ (النازعات: ۲۴)۔

(۲)۔ ''موسیٰ علیہ الاسلام نے جواب دیا کہ ہمارے رب العزت (حاکم اعلیٰ) تو وہ ذاتِ گرامی قدر ہیں جنہوں نے ہر شے کو تخلیق بخشی پھر ہدایت و راہنمائی بھی دی (اپنے مقصدِ زندگی کی)''۔ (طٰہٰ: ۵۰)

(۳)۔ ''ابراہیم علیہ الاسلام نے نمرود کو جواب دیا کہ' بلکہ تمہارے رب العزت (حاکم اعلیٰ) تو وہ ہیں جو آسمانوں وزمین کے رب (حاکم اعلیٰ) ہیں اور جو ان کو پیدا کرنے والے ہیں اور میں اس پر تمہارے لئے گواہوں میں سے ہوں''۔ (الانبیا: ۵۶)

(۴)۔ ''وہ اللہ رب العزت ہی تمہارے رب العزت (حاکم اعلیٰ) ہیں' ان کے علاوہ کوئی ''الٰہ'' (حاکم مطلق) نہیں وہ ہر شے کے خالق ہیں لہٰذا ان ہی کی عبادت (حاکمیت' دین وخلافت قائم) کرو' یاد رکھو! وہ ہر شے کے وکیل (تمام کاموں کے کارساز) ہیں''۔ (الانعام: ۱۰۲)

(۵)۔ ''بلاشبہ تمہارے رب العزت (حاکم اعلیٰ) اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی قدر ہے جنہوں نے چھ دنوں میں آسمانوں وزمین بنائے اور پھر عرشِ حکومت پر متمکن ہوئے اور تمام احکامات ومعاملات تدبر وحکمت سے چلا رہے ہیں' ان کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کرسکتا (یا کر سکے گا) وہی اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی قدر ہی

تمہارے رب العزت (حاکم اعلیٰ) ہیں لہٰذا ان کی ہی عبادت (حاکمیت، دین وخلافت قائم) کرو تو پھر کیا تم ہوش میں نہیں آ ؤ گے"۔ (یونس:۳)

(۶)۔ "پھر اللہ رب العزت نے فرمایا۔ اے نبی اکرم ﷺ! آپ لوگوں کو یاد دلائیں وہ وقت جب آپ کے رب العزت (حاکم اعلیٰ) نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل (نسل انسانی) کو نکالا اور خود انہیں ان پر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا (عہد لیا تھا) کہ کیا میں تمہارا رب (حاکم اعلیٰ) نہیں ہوں؟ تو سب نے (بیک زبان ہو کر) کہا، کیوں نہیں آپ ہی ہمارے رب العزت (حاکم اعلیٰ) ہیں۔ ہم اس پر گواہی دیتے ہیں یہ گواہی ہم نے اس لئے لی تھی کہ کہیں قیامت کے دن تم یہ نہ کہو کہ ہم (تو دنیا کی زندگی میں) بھول ہی گئے تھے کہ آپ ہمارے رب العزت (حاکم اعلیٰ) ہیں (دنیا میں اس سے بے خبر تھے) یا تم لوگ یہ نہ کہو کہ شرک (نظام باطل) تو ہمارے آباؤ اجداد کر رہے تھے اور ہم (دنیا میں) بعد میں ان کی نسل سے پیدا ہوئے تھے۔ پھر کیا آپ ہمیں ان باطل پرستوں کے کئے ہوئے فعل (جرم) میں ہلاک کرتے ہیں (سزا دیتے یا پکڑتے ہیں) دیکھو! اس طرح ہم اپنی آیات (احکامات) کو تفصیل سے بیان کر رہے ہیں، تاکہ آپ لوگ اللہ رب العزت (نظامِ باطل سے نظامِ حق) کی طرف پلٹ آئیں"۔ (سورۃ الاعراف:۱۷۲ تا ۱۷۴)

(۷)۔ "پھر اللہ رب العزت نے فرمایا۔ یاد رکھو! جن لوگوں نے اپنے رب العزت (حاکم اعلیٰ کی حاکمیت، رٹ، دین وخلافت) کا انکار کیا ان کے لئے جہنم کا عذاب (تیار) ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے"۔ (سورۃ الملک:۶)

اہم نکات

(۱)۔ اللہ۔ اللہ رب العزت کا نام نامی اسم گرامی کا مادہ "الہٰ" ہے جس کا مطلب ومقصد ہی حاکم مطلق ہے۔

(۲)۔ اللہ رب العزت ہی پوری کائنات (تمام مخلوق) اور انسان کے خالق، مالک، رازق اور حاکم مطلق ہیں۔

(۳)۔ رب (حاکم اعلیٰ) اللہ رب العزت کا اسم صفت ہے جن کی دنیا میں حاکمیت تسلیم کرنا اور قائم کرنا انسان کا مقصد زندگی ہے۔

(۴)۔ رب ایک ایسا لفظ ہے جو کہ عربی زبان میں "حاکم" اور بادشاہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الکہف میں آیت نمبر 14 ور 15 اور سورۃ یوسف میں آیت نمبر ۴۱، ۴۲، ۴۶ اور ۵۰ وغیرہ میں۔

(۵)۔ اسی لئے اسلام کو قبول کرنے کے لئے "لا الہ الا اللہ" کا زبان سے اقرار کرنا لازم قرار دیا گیا ہے۔

(۶)۔ "کیوں کہ الہ (حاکم مطلق)، رب (حاکم اعلیٰ)، معبود کہتے ہی اس کو ہیں جس کا حکم، قوانین، دین، نظام، معاشرے میں چلتا ہو (Rite is enforced)۔

(۷)۔ "لہٰذا جس کا قانون، آئین، نظام، دین وغیرہ معاشرے، علاقے یا ملک میں چلتا ہو اسی کی عبادت کی جا رہی ہوتی ہے۔ اور وہی معبود، الہٰ، رب، حاکم اور بادشاہ کہلاتا ہے۔ جیسے سورۃ یونس:۳، سورۃ الھود:۵۶، سورۃ الاعراف:۵۶، سورۃ الکہف:۱۵ اور سورۃ الانعام:۱۰۲ میں دیکھیں۔

(۸)۔ اللہ رب العزت کے علاوہ کسی اور کے دین، نظام، قانون، آئین جیسے کسی پارلیمنٹ، جمہوریت (اسلامی)، سوشلزم، لبرل ازم کو معاشرے یا ملک میں چلانا ہی شرک ہے، جیسے آج دنیا میں چل رہا ہے۔۔۔ دوسرے الفاظ میں اللہ رب العزت کی حاکمیت کے علاوہ کسی اور کی حاکمیت قائم کرنا ہی کفر اور شرک ہے جس کی سزا جہنم ہے۔ (سورۃ الکہف:۱۵۔

(۹)۔ اللہ رب العزت کو "الہٰ" اور رب (حاکم اعلیٰ) تسلیم کرتے ہوئے اللہ رب العزت کی حاکمیت (دین وخلافت) کو گھر، معاشرے اور ملک میں چلانا ہی عبادت ہے اور اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنا ہے۔ یعنی خلافت ہی عبادت ہے۔

(۱۰)۔ جو لوگ اللہ رب العزت کو "الہٰ" اور رب تسلیم کرتے ہوئے اللہ کی حاکمیت (دین وخلافت) کو قائم کرنے کوشش ومحنت کریں، اور صبر وثبات سے ثابت قدم رہیں تو فرشتے ان کی مدد کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ جیسے بدر وحنین میں آئے (سورۃ حم سجدہ)۔

(۱۱)۔ یہی وہ "عہد الست بربکم" تھا جو اللہ رب العزت نے تمام انسانوں (نسل انسانی) کو اکٹھا کر کے لیا تھا کہ تم نے مجھے اپنا "رب" (حاکم اعلیٰ) بنا کر دنیا میں رہنا ہے اور کسی اور کو رب نہیں بنانا۔ یعنی دین باطل، شرک یا انسانوں کا بنایا ہوا دین، آئین، قانون یا نظام (جیسے جمہوریت، آمریت، سوشلزم، کیمونزم وغیرہ) اگر چل رہا

ہوگا تو اس میں شامل نہیں ہونا۔تو ہم سب نے اللہ کے ''رب'' (حاکم اعلیٰ) ہونے کا عہد کیا تھا۔دوسرے الفاظ میں ہم نے اللہ رب العزت کی حاکمیت (دین وخلافت) کو دنیا کی زندگی میں چلانے کا وعدہ کیا تھا۔جسے محمد ﷺ نے عملاً دنیا میں (دین وخلافت کو) قائم کر کے ایک نمونہ دیا۔جسے اسوۃ الحسنہ کہتے ہیں جس کے ہم پابند ہیں۔

(۱۲)۔ہم ''الحمدللہ رب العالمین''، صلوٰۃ کی ہر رکعت میں پڑھ کر عہد ''الست بربکم'' کو تازہ کرتے ہیں اور یاددہانی کرتے رہتے ہیں کہ ہم اس نظامِ باطل (دین باطل؛ شرک) میں شامل نہیں ہیں جو انسانوں نے دنیا میں چلا رکھے ہیں۔

۲۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ ہی ''الٰہ'' اور رب (حاکم اعلیٰ) ہیں۔اس عہد کو یاد کروانے کے ہم اللہ رب العزت کے شکر گزار ہیں لہٰذا تمام تعریف و توصیف صرف آپ کے لئے خاص کرتے ہیں۔یعنی اے اللہ رب العزت ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ہمارے الٰہ اور رب ہیں اور آپ کے دیے ہوئے دین نظامِ اسلام کو قبول کرتے ہیں اور معاشرے میں چلنے والے دین باطل سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔**بلا انا من الشاھدین و شاکرین۔ وما انا من المشرکین۔**

قائدِ اعظم اور علامہ اقبال کے خوابوں کی تعبیر، اسلامی جمہوریہ پاکستان

ہم کیا کر رہے ہیں......؟

......ابوفیصل محمد منظور انور

وائے ناکامی !متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

برصغیر پاک و ہند میں انگریزوں کی غلامی سے نجات اور حصولِ آزادی کے لیے مسلسل تحریکیں چلتی رہیں جن میں لاکھوں مسلمانوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔لاکھوں ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں نے اپنی عزتوں اور عصمتوں کی قربانیاں دیں۔خلافتِ عثمانیہ کے زوال کے بعد جب اُمتِ مسلمہ کی حقیقی قیادت نہ ہونے کے باعث دنیا بھر کے مسلمان ذلت و رسوائی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے تھے تو غلامی کے ان اندوہناک حالات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم کے ساتھ اس علاقے کے مسلمانوں کو معجزے کے طور پر 27 رمضان المبارک کی مبارک رات (لیلۃ القدر) میں 14 اگست 1947ء کو ایک آزاد خطۂ زمین عطا کر دیا اور بالآخر ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ'' کے نعرے کی بنیاد پر مملکتِ پاکستان معرضِ وجود میں آئی۔مگر بدقسمتی سے ہم نے حصولِ آزادی کے بنیادی نصب العین کلمہ طیبہ، فکرِ قائد اعظم اور تصورِ علامہ اقبال کے مطابق اسے اسلامی نظریاتی فلاحی ریاست بنانے کے نظریے کو پس پشت ڈال دیا اور تمام جانی و مالی قربانیوں کو فراموش کر دیا۔مملکتِ خداداد میں سودی نظام کو اپنا کر اپنے ربّ تعالیٰ کو ناراض کیا۔نفاذِ اسلام کے وعدے سے انحراف کیا، جس کا نتیجہ ہے کہ آج عملی طور پر ہم ایک بار پھر آزادی کھو کر نادیدہ اسلام دشمن طاقتوں کے غلام بن چکے ہیں۔

آئین پاکستان 1973ء کے مطابق پاکستان کا موجودہ پارلیمانی نظام 8 عدد بلاکس پر مشتمل ہے:

-1	پارلیمنٹ	342 ارکان
-2	سینٹ	104 ارکان
-3	پنجاب اسمبلی	371 ارکان
-4	سندھ اسمبلی	168 ارکان
-5	خیبر پختونخواہ اسمبلی	124 ارکان
-6	بلوچستان اسمبلی	65 ارکان

7- گلگت بلتستان اسمبلی 33 ارکان

8- آزاد جموں کشمیر اسمبلی 49 ارکان

یہ کل 1256 ارکان پاکستان میں حکمرانی کرتے ہیں۔ پارلیمنٹ کے 8 ایوانوں میں بیٹھے یہ لوگ پارلیمنٹ میں آنے جانے اور پارلیمنٹ میں بیٹھنے کا بھی معاوضہ وصول کرتے ہیں۔ پارلیمنٹ کا اور پارلیمنٹ کی ہر کمیٹی کا اجلاس سرکاری خرچ پہ منعقد ہوتا ہے' جہاں کھانے سرکاری' بجلی سرکاری' ملازم سرکاری' چیئر مین کمیٹی کے پاس گاڑی سرکاری' ڈرائیور سرکاری' سٹینو سرکاری' پی آئی اے میں سفر کرنے کے لیے ٹکٹ سرکاری' علاج سرکاری' یہ سب ماہانہ تنخواہ کے علاوہ ہے۔ قومی اسمبلی اور سینٹ کی کل کمیٹیوں کی تعداد 69 ہے کمیٹیوں کے 69 چیئرمین کے پاس گاڑی سرکاری' شوفر سرکاری' پٹرول سرکاری۔ منتخب اراکین کی تنخواہ کی تفصیل اس طرح ہے: قومی اسمبلی ممبر کی تعداد 342' تنخواہ 3,00,000۔ سینٹ کی تعداد 104' تنخواہ 4,00,000' پنجاب اسمبلی ممبر کی تعداد 371' تنخواہ 2,50,000۔ بلوچستان اسمبلی ممبر کی تعداد 65' تنخواہ 1,25,000۔ خیبر پختونخواہ اسمبلی ممبر کی تعداد 145' تنخواہ 1,50,000۔ سندھ اسمبلی ممبر کی تعداد 168' تنخواہ 1,75,000۔ یہ صرف تنخواہیں ہیں۔ ہاؤس رینٹ' گاڑی' گھر' کیبل اور ٹکٹ' بیرون ملک دورے اور رہائش' اس میں اسپیکر ڈپٹی اسپیکر' وزراء' وزیر اعلیٰ' گورنر' وزیر اعظم اور صدر کی تنخواہیں شامل نہیں ہیں۔ مختلف اجلاسوں کے اخراجات اور بونس ملا کر سالانہ خرچ 85 ارب کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ ان لوگوں کا اصل کام عوام کی بہبود کے لیے بہتر قانون سازی کرنا اور اس کو نافذ کرنا ہے مگر اس ملک میں دو قانون ہیں۔ ایک ان منتخب نمائندگان کے لیے اور دوسرا اس عوام کے لیے جو انہیں ایوان میں بھیجتے ہیں' ان کے لیے آج تک انہوں نے کیا کیا ہے؟ یہ پارٹیاں بدلنے' سفارشات کے عوض رشوت لینے' اپنے چمچوں اور ٹاؤٹوں کے ذریعے مال اکٹھا کرنے' ملک وملت اور عوام کے مفادات اور منشا کے برخلاف معاہدے اور فیصلے کرنے میں ہمیشہ آزاد رہے ہیں۔ ملک کی آدھی آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہی ہے' ہسپتالوں میں غریب کا کوئی پرسانِ حال نہ ہو' سرکاری سکولوں میں صرف نام کی تعلیم ہو' دفتر میں رشوت کے بغیر کوئی کام نہ ہوتا ہو' حتیٰ کہ عدالتی اہلکار تاریخ ڈالنے کے بھی پیسے لیتے ہوں' اشرافیہ اربوں لوٹ کر بھی لیڈر معزز کہلائیں مگر کوئی غریب روٹی چرالے تو پولیس کی چھترول۔ یہ مغربی جمہوریت کا کرشمہ ہے جس کا نعرہ ''عوام کی حکومت' عوام کے ذریعے سے اور عوام کے لیے'' ہے۔

اس میں کیا شک ہے کہ محکم ہے یہ ابلیسی نظام
پختہ تر اس سے ہوئے خوئے غلامی میں عوام

کاش ہم اسلام کے عادلانہ نظام (نظامِ خلافتِ راشدہ) کو نافذ کر دیتے تو قانون وانصاف کے پیمانے سب کے لیے یکساں ہوتے۔ یہ وی آئی پی کلچر نہ ہوتا اور ملک میں نا صرف امن وامان کی صورتحال مثالی ہوتی بلکہ ترقی یافتہ ممالک کی صف میں بھی کھڑا ہوتا۔ مزید براں شخصی آمریت نے بھی آئینِ پاکستان کو متعدد بار اپنے بوٹوں تلے روند کر ردی کی ٹوکری میں ڈالا' جس سے لولے لنگڑے جمہوری نظامِ حکومت کو کئی بار شدید جھٹکے لگے اور نتیجے میں قائد اور اقبال کا پاکستان دولخت ہو گیا۔ مملکت کے چاروں ستون آئین پاکستان پر عمل پیرا ہونے کی بجائے حکمرانوں کی جی حضوری کے لیے ہمیشہ آزاد رہے۔ سیاست دان آزاد ہیں کہ وہ آئین کی دفعات 62' 63 پر پورا نہ اترنے اور اربوں کی کرپشن کے باوجود اقتدار کے مزے لوٹیں اور مختلف گروپ بنا کر حکومتوں کو گرانے اور بنانے میں اپنا استحقاق آزادی سے استعمال کریں۔ اپنی نا اہلی' کم علمی کے باوجود وزارت' مشاورت اور دیگر اعلیٰ عہدے حاصل کریں۔ اسمبلی کے ارکان جعلی ڈگری ہولڈر گریجویٹ (سیاست دان) 22 کروڑ عوام کے مستقبل کے فیصلے کرتے رہے ہیں اور اب بھی سرکاری فنڈز کے حصول' سرکاری ملازمتوں کی بندر بانٹ' اپنے اپنے علاقوں میں ریاست کے اندر ریاست بنا کر اپنی حکومت بنائے بیٹھے ہیں۔ اسی طرح پاکستانی حکمران گزشتہ سات عشروں سے آزاد ہیں جو انتخابات کے مواقع پر عوام کو غربت کے گڑھے سے نکالنے جیسے جھوٹے نعرے لگا کر اور وطن عزیز کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں لانے کی باتیں تو کرتے ہیں مگر عملی طور پر اس کے برعکس اقدام کرتے ہیں۔ قوم کھربوں کی مقروض ہے مگر حکمرانوں اور افسروں کے اللّے تللّے جاری ہیں۔ صنعتکار' سرمایہ دار اربوں کروڑوں

روپے کے قرضے لے کر صنعتیں لگانے کی بجائے ملکی دولت غیر ممالک میں چھپا لیتے ہیں۔اربوں روپے کے نادہندگان نیب کو مطلوب ہونے کے باوجود اقتدار کے مزے لوٹتے‘ دھڑلے کے ساتھ اخباری بیانات دینے اور عوام کو بیوقوف بنانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ایک طرف لاکھوں عوام خطِ غربت سے بھی کم معیار کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں تو دوسری طرف سول ملٹری بیوروکریسی کی ملی بھگت سے این آر او جیسا بدنام زمانہ سمجھوتہ قانون بنا کر قوم کے کھربوں روپے معاف کروانے والے قرضہ خور لوٹ مار کر کے قومی دولت ہڑپ کر لیتے ہیں۔بڑی بڑی وارداتیں کرنے کے باوجود یہ بدمعاش معزز شہری (اشرافیہ) کہلاتے ہیں۔انتظامیہ کے اختیارات وآزادی لامحدود ہو چکی جسے ہر شہری روزانہ دیکھتا سنتا ہے۔سرکاری افسران اختیارات کے ناجائز استعمال میں مکمل طور پر بے خوف اور آزاد نظر آتے ہیں جو قانون شکن مجرموں کو تھانوں‘ کچہریوں‘ سرکاری دفاتر یہاں تک کہ جیلوں میں بھی عزت اور وقار کے ساتھ بٹھاتے ہیں۔سرکاری محکموں میں کرپشن ،کمیشن اور جبری رشوت کی وصولی عام ہے۔اکثر سرکاری افسران اور ان کی بیگمات‘ اہل وعیال‘ رشتہ دار اور دیگر یار دوست تک سرکاری گاڑیاں‘ سرکاری بجلی ودیگر وسائل بڑے دھڑلے اور بے خوفی کے ساتھ استعمال کرنے میں آزاد ہیں جو سرکاری وسائل کے علاوہ عوام کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیتے۔عدلیہ کچھ عرصہ کے لیے آزادی کے ساتھ فیصلے کرتی نظر آئی تھی مگر احتساب کے نام پر ہونے والے ڈرامے اور بااثر سزا یافتہ مجرموں لٹیروں کے ساتھ خصوصی امتیازی سلوک کے باعث عدلیہ پر عوام کا اعتماد بری طرح مجروح ہوا ہے۔غریب اور امیر کے لیے انصاف کے الگ الگ پیمانے ظالمانہ نظام کی نشاندہی کرتے ہیں ایسے فیصلوں نے عدلیہ کی آزادی پر سوالیہ نشان چھوڑ دیے ہیں۔قانون اور عدلیہ کی معاونت کرنے والے وکلاء حضرات کسی سے کم نہیں ہیں۔حالیہ برسوں میں وکلاء گردی کے درجنوں واقعات ہو چکے ہیں جن میں عدلیہ کے ججز کی توہین کر کے انہیں یرغمال بھی بنایا گیا۔قانون کے یہ معاون ومشیر چند ٹکوں کے عوض بڑے بڑے مجرموں کو رہائی دلا کر اپنی وکالت کا سکہ جماتے ہیں۔ان کی مہربانیوں کا نتیجہ ہے کہ جن مجرموں کو پسِ زندان ہونا چاہیے تھا ان میں سے اکثریت ضمانتوں پر رہا ہو کر بڑی رعونت کے ساتھ اسمبلی کے فلور پر کھڑے ہو کر قوم کو بھاشن دیتے اور پریس کانفرنس کر کے سیاسی بیان بازی کرتے ہیں یا پھر بیرون ممالک بنائی گئی کروڑوں کی پرآسائش ناجائز جائیدادوں میں بیٹھے پاکستانی عوام کے دکھ درد کے قصے سنا کر مگر مچھ کے آنسو بہاتے نظر آتے ہیں۔صحافت آزاد ہے کہ بچھو کو سانپ بنا دیں‘ جس کسی کی بھی پگڑی اچھالنا چاہیں اچھال دیں۔ایک اطلاع کے مطابق 97% چینلز کو مغربی دنیا کے بڑے سپانسر کرتے ہیں جس کی وجہ سے یہ انہی کے اسلام دشمن ایجنڈے پر گامزن ہیں۔مقامی کاروباری امیر طبقات میں سے بھی کچھ لوگ پیسے کے بل بوتے پر اپنے چینلز اور اخبار شروع کر کے زرد صحافت کے علمبردار مافیا بن چکے ہیں جو اپنے آپ کو ہر قانون سے بالاتر سمجھتے ہیں‘ صحافت کے شعبے کے اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات ان کی ملازمتیں کرنے پر مجبور ہیں۔غیر ملکی اسلام دشمن ایجنڈے پر گامزن مختلف چینلز اخلاقی قدروں کی پامالی معاشرے میں عریانیت‘ بے حیائی اور بے راہ روی کو رواج دینے میں مصروف ہیں جس کے باعث عوام کی اکثریت اسلامی مذہبی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی بجائے غیر ملکی ثقافت کو اپنا کر ہنود ویہود اور مغربی دنیا کی تقلید میں سرگرداں ہیں۔مشنری جذبات سے عاری یہ عناصر قوم کو حقائق سے آگاہی دینے یا صحیح راستہ دکھانے کی بجائے صرف اور صرف اپنے بینک بیلنس بڑھانے میں مصروف اور صحافت کی آزادی کے نام پر اپنے مفادات کے لیے سرگرداں نظر آتے ہیں۔کیبل‘ انٹرنیٹ اور موبائل کے بے دریغ استعمال نے اخلاقیات کا جنازہ نکال دیا ہے۔اقبال کا شاہین صفت نوجوان مغربی اور ہندی تہذیب کا رسیا بن کر اپنی شناخت تک بھول چکا ہے۔نوجوان نسل کو گمراہ کرنے کی اغیار کی سازش کامیاب ہو چکی ہے۔اسلامی تعلیمات اور اخلاقیات سے عاری اور کرپشن کی دلدل میں لتھڑی قوم کا مستقبل کیا ہوگا یہ سوچ کر دل کانپ جاتا ہے۔اسلام دشمنوں کے ایجنڈے پر گامزن روشن خیالی اور جنسی آزادی کے نام پر ننگ دین اور ننگ وطن عورتیں اپنی انجمنیں بنا کر گھٹیا اخلاق باختہ نعرے لگاتی ہیں تو اشرافیہ کے لوگ ان کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہوئے سڑکوں پر نظر آتے ہیں۔یہاں تک کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں کچھ عرصہ پہلے اسی قبیل کی ایک فاحشہ عورت بے لباس ہو کر بڑی کمینگی کے ساتھ سڑکوں پر بے حیائی اور عریانیت کا مظاہرہ کرے مگر ہر بات کا نوٹس لینے والی عدلیہ اور حکومتِ وقت کوئی اقدام کرنے کی بجائے اس کی زبان گنگ ہو جائے اور اسکے خلاف کوئی کاروائی نہ کی جائے۔مغربی تقلید میں اپنا

اسلامی اور ملکی تشخص ختم کر کے معاشرتی اخلاقیات اور تقاضوں کا جنازہ نکالنے والے ملک میں پوری طرح آزاد ہیں۔ان برائیوں کو روکنے والے اسلامی و دینی سوچ کے حامل افراد اس بے راہروی کے خلاف آواز اٹھائیں تو فوراً قانون نافذ کرنے والے ادارے حرکت میں آجاتے ہیں یہ ہے ہمارا اسلامی جمہوریہ پاکستان مگر اسلام آباد میں مندر کی غیر قانونی تعمیر بند کیے جانے پر موم بتی مافیا بھارتی اور مغربی ایجنٹوں نے احتجاج کیا اور برملا اسلام کے خلاف باتیں کیں جسے میڈیا نے دکھایا اور ان کو روکنے والا کوئی نہیں تھا۔

ہے اہل دل کے لیے اب یہ نظم بسط و کشاد
کہ سنگ و خشت مقید ہیں اور سگ آزاد

پاکستانی پولیس آزاد ہے کہ وہ ہاتھی کو چوہا ثابت کر دے۔ماڈل ٹاؤن لاہور میں **16/17** افراد کے قاتلوں اور ساہیوال میں ایک خاندان کے متعدد افراد کے قاتلوں کی پولیس محافظ بن کر مجرموں کو پورا پورا تحفظ فراہم کرے یہاں تک دیدہ دلیری کہ چیف جسٹس آف پاکستان کے چھاپے میں پکڑی جانے والی شراب کو شہد ثابت کر دے۔تفتیشی ادارے کئی کئی سال مقدمات کو لٹکائے رکھیں اور فیصلوں میں تاخیری حربے اختیار کر کے انصاف کا حصول ناممکن بنا دیں۔طلبہ سائنسی اور دینی تعلیم پر توجہ مرکوز کرنے کی بجائے غیر نصابی کھیل تماشہ جیسی غیر ضروری سرگرمیوں میں مصروف ہیں جن کے آئیڈیل اسلامی شخصیات کی بجائے فلم سٹار اور کرکٹ سٹار ہیں۔نئی نسل کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے ذمہ دار مشنری جذبات سے عاری ماہرین تعلیم علم پھیلانے اور اپنے تجربات سے نونہالانِ چمن کو مستفیض کرنے کی بجائے علم فروش بن کر رہ گئے اور اپنی پرائیویٹ اکیڈمیاں چلاتے ہیں یا انتظامی عہدوں پر فائز رہنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ہمارے ڈاکٹرز سرکاری ہسپتالوں کی بجائے اپنے گھروں یا پرائیویٹ ہسپتالوں میں مریضوں کو دیکھنے کے لیے بے تاب نظر آتے ہیں۔تاجر‘ دکاندار گھٹیا کوالٹی کا مال فروخت کر کے ناجائز منافع خوری‘ ملاوٹ‘ ذخیرہ اندوزی کرنے اور من مرضی کی قیمتیں وصول کرنے میں آزاد ہیں۔ہم گزشتہ سات عشروں سے عیدیں منا رہے ہیں رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر جس ہمدردی اور قربانی کا درس دیتے ہیں اس سے عاری قوم نمائشی افطاریوں پر لاکھوں روپے اڑا دیتی ہے۔

آزادی کے **73** سال مکمل ہونے پر آزاد مملکت کے آزاد لوگوں کو لاکھوں شہداء کی روحیں آزادی کا مطلب سمجھانے کے لیے پکار رہی ہیں۔ آزاد وطن کے آزاد لوگو! ذرا سوچو‘ کیا اسی لیے ہم نے ملک حاصل کیا تھا؟ اور آزادی کی قدر و قیمت کو پہچانو! کہیں ایسا تو نہیں ہم آزاد لوگ ایک بار پھر غلامی کی زنجیروں میں جکڑے جا چکے ہیں۔پوری قوم حقیقی آزادی کے صحیح مطلب سے ناآشنا ہے کہ ہم نے یہ ملک کس لیے حاصل کیا تھا۔**50** برس قبل ملک دولخت ہوا مگر ہم نے اس سے کوئی سبق نہیں سیکھا اغیار کی اندھی تقلید نے ہمارا نصب العین‘ ہمارے نظریات تک ہم سے چھین لیے ہیں۔ہم غلامی کی تاریک راہوں پر چل کر اپنے آپ کو‘ اپنے نصب العین کو بھول چکے ہیں ہم دنیائے اسلام کی پہلی واحد ایٹمی قوت تو بن گئے۔ بھارت‘ کشمیر‘ فلسطین‘ روہنگیا‘ برما‘ شام‘ عراق‘ افغانستان‘ یمن‘ مصر‘ لیبیا سمیت دیگر کئی مسلمان ممالک کی عوام پر جارحانہ انداز میں ظلم و بربریت کے پہاڑ ڈھائے جا رہے ہیں انہیں بڑی بے دردی کے ساتھ قتل کیا جا رہا ہے مگر یہ ایٹمی قوت اپنا کوئی اہم کردار ادا کرنے کی بجائے خاموش تماشائی بنی نظر آتی ہے۔اُمتِ مسلمہ ایک جسم کی مانند ہے جس کے کسی ایک حصے کو تکلیف نہیں بلکہ پورا جسم چھلنی کر دیا گیا ہے مگر بے حسی کی انتہاء ہے اور زخمی اعضاء سے بہنے والے خون تک کا احساس نہیں‘ ہائے افسوس۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میرے ملک کی عوام خوددار آزاد انسانوں کی طرح ایک صحیح اسلامی نظریاتی اور فلاحی مملکت کے ذمہ دار شہری بن کر اقوام عالم میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکیں۔کرونا کی وبا نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے مگر وطن عزیز کی اکثریت اتنی بڑی آزمائش کے ایام میں بھی ان معاشرتی برائیوں کو چھوڑنے اور توبہ کرنے پر آمادہ نظر نہیں آتی۔اس وبا سے اور تمام پریشانیوں سے نجات کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم اجتماعی سطح پر سچی توبہ کر کے اپنی اصلاح کی طرف فوری طور پر متوجہ ہو جائیں اور مملکتِ خداداد کلمہ طیبہ کے نظام (نظامِ خلافتِ راشدہ) کے نفاذ کے جس وعدے پر

حاصل کی تھی اس وعدے کو نبھاتے ہوئے اور رسول اکرمﷺ سے وفاداری کرتے ہوئے فوری طور پر ملک میں دینِ حق کے نفاذ کی جدوجہد میں اپنی صلاحیتیں کھپا دیں۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

ہماری دعوت کیا ہونی چاہیے

......بریگیڈیئر (ر) حنیف صاحب

-1 ہم نے 14 اگست 1947 کو اپنا وطن پاکستان حاصل کیا۔ ہمارے آئین یا دستور کے آرٹیکل نمبر 1 میں وطن کا نام اور اس میں شامل علاقوں کا بتایا گیا ہے۔ آرٹیکل نمبر 2 میں ہے کہ اسلام سٹیٹ کا مذہب ہوگا۔ (دین نہیں کیونکہ Religion کا ترجمہ مذہب ہے) آرٹیکل نمبر 2A میں قراردادِ مقاصد کو آئین کا حصہ بنایا گیا ہے۔ یہ آرٹیکلز ملک پاکستان کے بنیادی خدوخال ظاہر کرتے ہیں۔ یعنی Idealogy & Territories آیئے اس کا ذرا گہرا مطالعہ کریں۔

-2 قرار داد مقاصد کا افتتاحی جملہ ہے: "Whereas sovereignty over the entire universe belongs to Allah Almighty alone" اس کا مفہوم اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن حکیم سے لیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ یٰسین کی آخری آیت ''پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہے مکمل اقتدار ہر چیز کا اور اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو'' یا سورۃ المومنون کی آیت 88 ''اور ان سے پوچھو کون ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہے اقتدار ہر چیز کا اور وہ پناہ دیتا ہے اور کوئی پناہ نہیں دے سکتا اس کے مقابلے میں اگر تم جانتے ہو'' یہ کسی بھی مسلم کے لئے حق قول ہے۔

-3 اس جملے کے دوسرے الفاظ ہیں: "and the authority which He has delegated to the State of Pakistan, through its people for being exercised within the limits prescribed by Him is a sacred trust"

ترجمہ: اور جو اتھارٹی اللہ نے پاکستان کے لوگوں کے ذریعے پاکستان کی سٹیٹ کو دی ہے۔ وہ اللہ کی قائم کی گئی حدود کے اندر استعمال کریں کیونکہ وہ ایک مقدس امانت ہے۔

ان الفاظ میں آئین بنانے والی اسمبلی نے اللہ پر جھوٹ بولا ہے۔ کیونکہ اللہ صرف اپنے ان بندوں کو اقتدار یا حکم دینے کا اختیار دیتا ہے جو صاحب ایمان ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں (سورۂ نور:55) اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ ان دیئے گئے الفاظ میں ''پاکستان کے لوگوں'' کا Pharase استعمال کیا گیا ہے جو یہ شرط پوری نہیں کرتے کہ وہ صاحب ایمان اور عمل صالح کرنے والے ہیں کیونکہ ان میں مسلمان، ہندو، سکھ، عیسائی، پارسی، بدھ وغیرہ سب شامل ہیں۔ اسمبلی کا اللہ تعالیٰ کی لگائی ہوئی مقدس حدود کو توڑنے کی وجہ سے دوقومی نظریے کی بنیاد پر ملک لینے والی قوم اپنے صحیح رستے کو چھوڑ کر غلط رستے پر چل پڑی اور اب تک چل رہی ہے۔

-4 دوقومی نظریہ کی بنیاد سورۃ العصر پر ہے جس کا ترجمہ ہے۔ ''قسم ہے زمانے کی یقیناً انسان خسارے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور کرتے رہے نیک عمل اور نصیحت کرتے رہے ایک دوسرے کو حق کی اور تلقین کرتے رہے ایک دوسرے کو صبر کی'' یہ سورت انسانوں کو دو فرقوں میں تقسیم کر دیتی ہے ایک مسلمین جن کی چار صفتوں پر زور دیا گیا ہے اور دوسری غیر مسلمین کی ہے۔ مسلمین کی تخلیق اور زندگی کا مقصد لوگوں کو لوگوں کی غلامی سے نکال کر اللہ اور اس کے رسول کے اطاعت گزار بنا کر دوسری دائمی زندگی میں کامیابی سے ہمکنار کرنا ہے۔ دوسرے جو ابلیسی شعور پر چل رہے ہیں۔ ان کا مقصد ''لوگوں'' کو اللہ کی اطاعت سے نکال کر دنیاوی مادی زندگی کے سبز باغ دکھا کر قومی سطح پر ''لوگوں'' کو ''لوگوں'' کا غلام بنا کر آخرت سے گمراہ کرنا ہے اور جو اقوام متحدہ کے زیر اقتدار آج دنیا میں غالب ہے اور Universal Declaration of Human Rights کے آرٹیکل 21 کے تحت اس قانون پر عمل کرتا ہے۔ "The will of the people share be

"the basis of the authority of government (لوگوں کی خواہشات گورنمنٹ کی اتھارٹی کی بنیاد ہوگی۔)اس کے برعکس اللہ کا حکم ہے کہ پیروی لوگوں کی خواہشات کی نہیں بلکہ اللہ کے احکامات کی ہوگی۔مثلاً۔

''پھر اگر وہ آپ کا ارشاد قبول نہ کریں تو آپ جان لیں (کہ ان کے لیے کوئی حجت باقی نہیں رہی) وہ محض اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی جانب سے ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا o'' (سورۃ القصص:50)

''اور اگر حق (تعالیٰ) ان کی خواہشات کی پیروی کرتا تو (سارے) آسمان اور زمین اور جو (مخلوقات و موجودات) ان میں ہیں سب تباہ و برباد ہو جاتے بلکہ ہم ان کے پاس وہ (قرآن) لائے ہیں جس میں ان کی عزت و شرف (اور ناموری کا راز) ہے سو وہ اپنی عزت ہی سے منہ پھیر رہے ہیں o'' (سورۃ المومنون:71)

''اور (اے حبیب! ہم نے یہ حکم کیا ہے کہ) آپ ان کے درمیان اس (فرمان) کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور آپ ان سے بچتے رہیں کہیں وہ آپ کو ان بعض (احکام) سے جو اللہ نے آپ کی طرف نازل فرمائے ہیں پھیر (نہ) دیں، پھر اگر وہ (آپ کے فیصلہ سے) روگردانی کریں تو آپ جان لیں کہ بس اللہ ان کے بعض گناہوں کے باعث انہیں سزا دینا چاہتا ہے اور لوگوں میں سے اکثر نافرمان (ہوتے) ہیں o (سورۃ المائدہ:49)

5- اپنی موجودہ حالت تو آپ نے دیکھ لی آیئے اب دیکھیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔

کیونکہ قرآن پاک (سورۃ المائدہ:44,45,47) میں کہا گیا ہے کہ جو ما انزل اللہ کے مطابق فیصلے نہیں کرتا وہ کافر ہے یا ظالم ہے یا فاسق ہے۔ہم پاکستانی مسلمان جنہوں نے کلمہ شہادت پڑھا ہوا ہے اور اللہ سے وعدہ کیا ہے جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کے خلاف فیصلے کر کے یا قبول کر کے کافر، ظالم یا فاسق کے زمرے میں نہیں آئیں گے۔اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم سب مسلمانوں کو اپنی یہ پوزیشن سمجھائیں اور اسے ٹھیک کرنے کی کوشش کریں۔جس طرح ابتداء اسلام میں قرآن کے مخاطب جو لوگ تھے وہ مشرک تھے تو آج ہم بھی اگر مشرک نہیں تو کسی نہ کسی انداز سے شرک میں پڑے ہیں۔اور اس کی نوعیت عرب کے مشرکین سے بہت مختلف نہیں۔خواہ یہ اعتقاد کا شرک ہو، پرستش کا شرک ہو یا حاکمیت (حکم و قانون) کا شرک۔ہماری سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ اس پوزیشن کو خود سمجھیں اور دوسروں کو سمجھائیں۔

6- شرک کو واضح ہونے کے بعد ہمیں اقتدار کا جواز رکھنے کا مسئلہ آشکار ہونا چاہیے کہ کلمہ شہادت پر ایمان لانے کے بعد ہم اپنے آپ کو اس بات پر پابند کر لیتے ہیں کہ اپنے ہر چھوٹے بڑے تنازعہ کا فیصلہ اللہ کی شریعت سے کروائیں ورنہ دعوائے ایمان کالعدم ہو جائے گا اور اللہ کے آئین، قانون، حکم اور فیصلہ کے علاوہ کسی اور اتھارٹی کے آئین اور قانون کے تحت فیصلہ ماننے پر ہمارے ایمان کے دعویٰ کی حقیقت اللہ تعالیٰ کو قبول نہیں ہوگی۔ہم چونکہ جمہوری معیار اپنا چکے ہیں۔جس کی رو سے حکومت اور اقتدار کی نوعیت کا فیصلہ کرنے والے عوام کے نمائندے ہیں نہ کہ اللہ جو بلا شرکت غیرے مالک و مختار ہے۔اس کا آئین قرآن و سنت ہے یا اس سے ماخوذ کیا ہوا اصول، حکم یا قانون۔

7- جب تک ہم ایک جماعت بنا کر اس دعوت کو عام نہیں کرتے اس وقت تک ہم اپنی دعوت اسلام میں درست نہیں۔

امتِ مسلمہ کا عروج و زوال

......ساجد علی طاہر مصطفائی

یہ اس زمانہ کی بات ہے جب اس کائنات میں بسنے والے کائنات کو تخلیق کرنے والے کا پتا بھول چکے تھے۔دیکھنے میں تو انسان دکھائی دیتے تھے لیکن ان کا وجود انسانیت سے عاری تھا۔انسانی ڈھانچے میں انسانیت دم توڑ چکی تھی۔یہ وہ معاشرہ تھا جس میں جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیرے اپنا قدم جما چکے تھے۔عبادات کا نظام ایسا تھا کہ شرم سے ڈوب جانے کو دل کرتا تھا۔اپنے ہی ہاتھوں سے تراشے ہوئے بت ان کے خدا تھے۔وہ بت جو مکھی اڑانے پر بھی قادر نہ تھے ان کے سامنے وہ اپنا سپاس نامہ پیش کرتے۔

یہ وہی زمانہ تھا جس میں معصوم بچیوں کی چیخوں کو سننے والا کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ لوگ اپنی ہی بچیوں کو زندہ درگور کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتے تھے۔ وہ لوگ اس سے بھی عاری تھے کہ کس کا دکھ بانٹنا ہے اور کس کا بھرم رکھنا۔ غلامی کی چکی میں پس جانے والے کوئی پرسانِ حال نہیں پاتے تھے۔ اس ظلمت اور بربریت میں ایک ہادی آیا' ایک مرشد کامل آیا' جس نے آ کر کائنات میں انقلاب برپا کر کے رکھ دیا۔ آنے والا تو اکیلا تھا لیکن چند ہی برس میں ایک جماعت وجود میں آئی۔ اس جماعت سے لشکر ترتیب پانے لگے یہ لشکر جدھر بڑھے' بس بڑھتے ہی گئے۔ ان لوگوں نے کفرستان میں ایک زلزلہ برپا کر دیا۔ اس ہادی برحق نے اس دوران تکلیفیں بھی جھیلیں' طائف کی وادیوں میں پتھر بھی کھائے' شعب ابی طالب میں صعوبتیں بھی برداشت کیں' لیکن اس کے باوجود مرشد کامل (ﷺ) استقامت کا پہاڑ ثابت ہوا۔ اس آنے والے نے ایسے افراد تیار کر لیے جو اس کائنات میں ایک نئی داستان رقم کرنے لگے۔ وہ لوگ اس نگاہِ فیض سے ایسے تیار ہوئے کہ پیوند لگے لباس زیب تن کیے ہوئے ہوتے لیکن طاغوتی قوتوں کو ہلا کے رکھ دیتے۔ وہ فرشتے تو نہیں تھے لیکن فرشتوں کو بھی ان پہ ناز تھا۔ ان کے پاس دولت کی ریل پیل نہیں اور نہ ہی کوئی بڑا لاؤ لشکر تھا لیکن اس کے باوجود اپنی اور اسلام کی عظمت کے جھنڈے گاڑھنے کے گُر سیکھ چکے تھے۔ ان کی مالی حالت یہ تھی کہ جس کھجور سے روزہ رکھتے اسی کھجور کو چوس کر روزہ افطار کر لیتے لیکن اس کے باوجود اسلام سربلند تھا۔

اس ہستی نے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جس میں بھولی بھٹکی امت ایک درست سمت اختیار کرتی گئی۔ غلامی کی زنجیریں ٹوٹ چکی تھیں' صنف نازک کو وقار نصیب ہوا' ماؤں نے عزت پائی' ایک طرف انقلاب برپا ہوتا گیا اور دوسری طرف کفرستان سرنگوں ہوتا گیا۔ یہ وہی انقلاب تھا جس میں ایک طرف بلال حبشیؓ بیٹھے نظر آتے ہیں اور دوسری طرف اسی مجلس میں فاروقِ اعظمؓ بیٹھے نظر آتے ہیں۔

نبی آخر الزماں ایک ایسا پیغام لے کر آئے' صحابہ کرام نے جس کی ترویج کا حق ادا کر دیا۔ اسی پیغام کی روشنی میں رنگ و نسل کا امتیاز دم توڑ چکا تھا اور ذات پات کا نظام بھی زمیں بوس ہو چکا تھا۔ نفرت' بغض وعداوت کے بت پاش پاش ہو چکے تھے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز کی وہ لوگ عملی تفسیر پیش کر رہے تھے۔ جس برتن سے مالک پانی نوش کرتا اسی برتن سے غلام' مطلب لاقانونیت نہیں تھی' مرکزیت کے تحت سب ایک ہی لڑی میں پروئے جا چکے تھے۔ غربت وافلاس کے باوجود اسلام اوج ثریا تک پہنچ چکا تھا۔

اسی ماحول سے صدیق اکبرؓ جیسے سراپا وفا نے تربیت پائی جو ہر بات پہ کہتے نظر آتے ہیں'' یا رسول اللہ ﷺ میری ماں بھی آپ پر قربان ہو جائے اور میرا باپ بھی ''یہ وہی ماحول تھا جس نے عمرؓ جیسے دشمن اسلام کو اسلام پہ جان قربان کرنیوالا جذبہ عطا کیا۔ زمانہ تیزی سے منازل طے کرتا رہا' اللہ کریم نے اس مرشد کامل کو اپنے پاس بلا لیا لیکن ان کا مشن رکا نہیں بلکہ تیزی سے ان کا پیغام پھیلتا گیا۔ خلفاء راشدین کا زمانہ بھی آیا' اسلام ترقی پاتا گیا حتیٰ کہ اس فلک نے ایک ایسا نظارہ بھی دیکھا کہ گلیوں میں ریشم بکھرا ہوتا لیکن اٹھانے والا کوئی نہیں ہوتا تھا۔ فریضۂ زکوٰۃ اس ذوق وشوق سے ادا کرتے کہ زکوٰۃ لینے والے بھی صاحب نصاب ہو چکے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ہی یہ زمانہ تھا کہ جس میں اتنی ترقی ہوئی کہ ہمارے اغیار عش عش کر اٹھے تھے۔

مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ یہ چیزیں زوال پذیری کا شکار ہوتی گئیں۔ وہی طلوع اسلام سے پہلے والا زمانہ دوبارہ اپنی جڑیں مضبوط کرنے لگا۔ لاقانونیت کا دور شروع ہوتا گیا۔ وہی غلام' آقا کا جو امتیاز تھا دوبارہ لوٹ کر اس معاشرہ کو متعفن کرنے لگا۔ بیٹی کے پیدا ہوتے وقت اس کے باپ کا چہرہ پھر سے سیاہ پڑنے لگا۔ رحم وشفقت کی جگہ ظلم وستم نے لے لی اور اب وہی زمانہ عود کر چکا ہے۔

وہی چھوٹے بت ہمارے اندر پل رہے ہیں' کہیں نفرت کا بت ہے تو کہیں حسن کا بت اور ہم ان بتوں کی پاٹ کرتے چلے جا رہے ہیں۔

بڑے دکھ سے کہنا پڑ رہا ہے کہ اذانوں کی آواز تو سنائی دیتی ہے لیکن لبیک کہنے کی آواز نہیں آتی' ہماری مساجد عالی شان اور وسیع بھی لیکن نمازی دیکھ کر دل خون کے آنسو رونے لگتا ہے۔ یہ مساجد جب کچی ہوتی تھیں تو ایمان پکے ہوتے تھے۔

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

معلوم نہیں میرے اس معاشرے کو کس کی نظر لگ گئی کہ بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔ کسی کی عزت محفوظ نہیں اور ہر کسی کی جان کو خطرہ ہے۔ امیر اپنی دولت کے نشے میں دھت غریبوں کی دل سوز چیخوں کو سننے سے قاصر ہیں۔ آخر کوئی ایسا شعبہ نہیں جس میں ہمیں اسلام کی کماحقہ اتباع نظر آتی ہو۔

اس زوال پذیری کا آخری سبب کیا ہے؟ دولت کی کمی کو اکثر لوگ زوال مسلم کا سبب گردانتے ہیں، لیکن علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا زوال دولت کی کمی سے نہیں آیا۔

سبب کچھ اور ہے جس کو تو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

علامہ اقبالؒ لکھتے ہیں کہ سبب کوئی اور ہو سکتا ہے۔ ہمارے پاس دولت کی کمی بھی نہیں اور نہ ہی افرادی قوت کی کمی ہے بلکہ اللہ نے ہمیں دولت کی فروانی بھی دے رکھی ہے اور افرادی قوت بھی عطا کر رکھی ہے۔ تلاش بسیار کے بعد ہم ایک نتیجے تک پہنچ پاتے ہیں کہ زوالِ مسلم اور زوالِ معاشرہ کا سبب اس ہادی برحق مرشد کامل (ﷺ) سے دوری ہے۔ ان سے تعلق کی کمزوری ہے۔ جب سے ہم نے دامن مصطفیٰ ﷺ کو چھوڑا ہے تب سے ناکامیوں کا منہ ہمیں دیکھنا نصیب ہو رہا ہے۔ مسلمان ذلیل و رسوا ہو کر رہ گئے ہیں۔ آج میں کشمیر کی آواز نہیں سنتا، تو کل میری آواز کو بھی کوئی نہیں سنے گا۔ عافیہ صدیقی ہماری امت کی بیٹی نہیں ہے کیا؟ حضور ﷺ نے تو کافرہ بیٹی پر بھی چادر اوڑھ دی تھی اور فرمایا تھا کہ بیٹی بیٹی ہوتی ہے چاہے کافر کی کیوں نہ ہو۔ وہ تو پھر بھی اس پاکستان کی بیٹی ہے جو سلاخوں کے پیچھے سر پٹخ رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنا ٹوٹا ہوا وقار واپس کیسے لیں، اپنی ٹوٹی ہوئی ناؤ کس طرح رواں بمنزل کریں، ہاں ایک راستہ ہے، ایک حل ہے، وہ حل حکیم الامت ہمیں عطا کر رہے ہیں۔

کی محمدؐ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ جب تو صاحب لولاک سے وفا کرے گا تو یہ دنیا تیری باجگزار ہو جائے گی پھر تو دیکھنا تیرے آئین امریکہ سے پاس نہیں ہوں گے، تیرا آئیڈیل کوئی دنیادار نہیں ہوگا بلکہ تیرا آئیڈیل مرشد اولین و آخرین (ﷺ) ہوں گے پھر قلم تیرے ہاتھ میں تھما دیا جائے گا اور لوح محفوظ بھی تیرے پاس ہوگی اور اپنا نصیب خود رقم کرتا رہے گا، پھر تجھے اوج ثریا کی وہ بلندی ملے گی جہاں:

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

جب ہم اس ہستی کے وفادار بنیں گے تو ہمارے قلب میں رحم کے جذبات اپنی ملت کی غیرت، اپنی زندگی گزارنے کا ڈھنگ اور ایک مومن دوسرے مومن کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر رہنے کا سلیقہ آ جائے گا۔ جب ہم ان کے ہو جائیں گے، ہمیں پھر کوئی پرواہ نہیں کہ کون سپر پاور ہے اور کس کے پاس دولت کا گھمنڈ ہے۔ پھر ہم ان اصحاب کے نقش قدم پر چلتے چلتے کفرستان کی شاہ رگ تک جا پہنچیں گے اور پھر ہماری زبانوں پہ یہی ترانہ ہوگا۔

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میدان سے اکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے ؟ ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یروشلم فتح کیا اور وہاں پہنچتے ہیں تو وہاں لوگوں کا جم غفیر ہے آپ اس علاقہ کے گورنر کو ایک طرف لے جاتے ہیں اور زار و قطار روتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اے ابوعبیدہ بن جراحؓ ہمیں عزت و عظمت صرف ہادی برحقؐ نے عطا کی ہے اگر ہم ان کے علاوہ کسی اور کے پاس عظمت و شرف تلاش کریں گے تو ہم کاٹ کے رکھ دیئے جائیں گے۔

آج اگر میں اپنے چھ فٹ کے قد پر اسلام کو نافذ نہیں کر سکتا تو ریاستِ مدینہ کے خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتے۔ اگر میں دکان پر بیٹھا ناپ تول میں کمی و بیشی کرتا ہوں تو میں کس منہ سے اس مرشد اولین و آخرین کی محبت کا دم بھر سکتا ہوں۔

اگر میں جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتا، دوسروں کی عزت سے کھیلنے سے باز نہیں آتا، تو وہ انقلاب جو آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے سرزمین عرب پر ہوا تھا وہ انقلاب نہیں آ سکتا۔

اللہ کریم ہمیں دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ رہنے والا بنا دے، ہمارا اوڑھنا بچھونا، چلنا پھرنا حضور ﷺ کی سیرت کا آئینہ دار ہو۔ آمین